بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

سی ٹی بی ٹی اور ہماری ایٹمی صلاحیت کا مستقبل

پروفیسر خورشید احمد

پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ایک بار پھر معرض خطر میں ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ جس طرح آج تک اللہ تعالیٰ نے سارے خطرات اور ریشہ دوانیوں کے باوجود اس ملک کی حفاظت کی ہے اسی طرح مستقبل میں بھی وہی ہمارا محافظ' والی اور مستعان ہے۔ اور جس طرح پاکستانی عوام نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے سلامتی کے اس نظام کا پہلے دفاع کیا ہے اسی طرح وہ آج بھی اس کی بقا کے لیے سینہ سپر رہیں گے۔ البتہ جس بات کا بڑا قلق ہے اور اس کا اظہار بھی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس بار جن حالات میں اور جن راستوں سے یہ خطرات حملہ آور ہو رہے ہیں وہ سب سے زیادہ غیر متوقع بلکہ متحیر کن ہیں گویا:

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

لیکن الحمدللہ قوم بیدار ہے' اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی مصلحت ہے کہ کسی اقدام سے پہلے قومی بحث و مباحثے کا راستہ اختیار کیا گیا ہے جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ نئی مہم کی سرخیل تو وزارت خارجہ ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ عوام' اور خصوصیت سے دینی قوتیں اور فوج' ملک کی قیادت کو کسی ایسے راستے پر آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیں گے جس سے ملک کی سلامتی اور پاکستان کی آزادی نئے خطرات سے دوچار ہو جائے۔ عالمی دباؤ اور معاشی مجبوریاں اپنی جگہ' لیکن قوموں کا اصل امتحان ایسے ہی حالات میں ہوا کرتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کے دور کا ہمارا ۵۲ سالہ ریکارڈ تو بہت درخشاں اور قابل فخر نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب بھی ملک کے وجود اور قومی سلامتی کو کوئی حقیقی خطرہ پیش آیا ہے' قوم اٹھ کھڑی ہوئی ہے' اور فوج نے بھی دفاع وطن کے لیے جان کی بازی لگا دی ہے۔ بہت سے میدانوں میں ہماری کارکردگی بڑی مایوس کن رہی ہے لیکن جہاں تک جوہری صلاحیت کو ترقی دینے اور اسے دفاع وطن کے لیے ایک مؤثر سدجارحیت بنا دینے کا تعلق ہے' خدا کے فضل و کرم سے قوم' اس کی فوج اور اس کے سائنس دانوں نے ہر مشکل کا مقابلہ کر کے وہ مقام حاصل کر لیا ہے جو دشمنوں کی آنکھوں

میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے اور جس سے ہمیں محروم کرنے کے لیے نت نئے جال بچھائے جا رہے ہیں۔

۱۹۷۴ میں ہر مخالفت کے باوجود' برعظیم پر بھارت کے سیاسی اور عسکری غلبے کا راستہ روکنے کے لیے ایٹمی صلاحیت کی ترقی کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ ۷۸-۱۹۷۷ میں امریکہ' فرانس اور تمام مغربی اقوام کی جارحانہ مخالفت کے باوجود اس پروگرام کو جاری رکھا گیا۔ پھر اگلے دس سال تک امریکہ کی ان معاشی پابندیوں کو نظرانداز کر کے' جو کارٹر حکومت نے فروری ۱۹۷۹ میں مسلط کی تھیں اور جو سمنگٹن' پریسلر اور دوسری امریکی قدغنوں کی شکل میں کسی نہ کسی طرح ہمارا راستہ روکتی رہیں' یہ قوم پوری استقامت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن رہی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۸۴ سے ۱۹۹۹ تک کم از کم تین بار پوری تیاری اور منصوبہ بندی کے باوجود بھارت پاکستان کے خلاف جارحیت کے ارتکاب سے باز رہا۔ مئی ۱۹۹۸ کے جوہری تجربات کے بعد ہر طرح کے عالمی گھیراؤ اور دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اور اس دور کی حکومتوں کی کمزوریوں بلکہ گھٹنے ٹیک دینے کی حد تک پہنچ جانے کے باوجود اللہ کی مشیت اور عوامی دباؤ کے تحت ہر سمجھوتے سے ملک و ملت محفوظ رہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس حالیہ گھیراؤ سے بھی ہم ان شاء اللہ اسی طرح نکلنے میں کامیاب ہوں گے۔ البتہ یہ صورت حال ہمیں ایک ایسا موقع فراہم کرتی ہے کہ قوم کے سامنے سارے حقائق کو کھول کر رکھ دیں تاکہ اس قوم کا ہر فیصلہ خدا پر بھروسے کے ساتھ ملکی آزادی' سلامتی' دفاع اور عزت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ جو فیصلہ بھی ہو وہ آزاد فضا میں' دلائل کی بنیاد پر' قومی مفاد میں کیا جائے۔ نہ کسی بیرونی دباؤ یا معاشی مجبوری کے تحت ہو اور نہ محض جذباتی انداز میں بنیادی اور اسٹرٹیجک اہمیت کے معاملات کو نمٹانے کی کوئی کوشش ہو۔

سب سے پہلا سوال جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت اس بحث کی' بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں جوہری دھماکوں پر ہمہ گیر پابندی کے اس معاہدے پر دستخطوں کے مسئلے کو اٹھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ چیف ایگزیکٹو جناب جنرل پرویز مشرف نے ۱۲ اکتوبر کے اقدام کے بعد کئی بار اس امر کا صاف الفاظ میں اعلان کیا کہ ان کے سامنے بہت اہم اور ضروری مسائل ہیں اور وہ سی ٹی بی ٹی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتے۔ وزیر خارجہ نے بھی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد اور خصوصیت سے بھارت کے نیوکلیر نظریے کے پس منظر میں نومبر کے شروع میں اسی قومی موقف کا اعادہ کیا جو پاکستان کا اصولی موقف رہا ہے۔ لیکن دسمبر کے تیسرے ہفتے میں یکایک سی ٹی بی ٹی کے فوائد اور انعامات کا انکشاف ہو گیا اور خود وزارت خارجہ نے اس مہم کا آغاز کر دیا کہ بھارت سے پہلے پاکستان اس معاہدے کا طوق غلامی آگے بڑھ کر اپنے گلے میں ڈال لے اور سرکاری میڈیا نے حسب سابق یک طرفہ پروپیگنڈے کا اہتمام شروع کر دیا۔ شکر ہے کہ ملک میں

اظہار رائے اور صحافت کی آزادی ہے اور دینی اور سیاسی قوتیں اور علما اور دانشور اتنے بیدار ہیں کہ فوراً انھوں نے اس بحث میں حصہ لیا اور وزارت خارجہ اور اس کے حلیف اور موید دفاعی پوزیشن میں آگئے۔ جو اظہار رائے اس زمانے میں ہوا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سی ٹی بی ٹی کے ایک فنی اور پیچیدہ معاملہ ہونے کے باوجود ملک کی عظیم اکثریت اس کے اثرات اور عواقب کا شعور رکھتی ہے اور ہر ایسے اقدام کا راستہ روکنے کے لیے مستعد ہے جو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو آج یا مستقبل میں کمزور کرنے والا ہو۔

لیکن یہ سوال بہرحال قابل غور ہے کہ اس خاص وقت اس مسئلے کو اٹھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کیا یہ تاریخ کی ستم ظریفی نہیں کہ جس وقت خود امریکہ کی سینیٹ نے سی ٹی بی ٹی کے معاہدے کی توثیق سے انکار کر دیا ہے اور امریکہ اس کے بارے میں اپنے سیاسی اور اخلاقی کارڈ سے محروم ہو گیا ہے، ہماری وزارت خارجہ اس معاہدے میں، جسے وہ خود بھی "یا مردہ ہے یا نزع کے عالم میں ہے گرفتار" کے مصداق قرار دیتی ہے اور جس کے ترجمان بار بار کہہ رہے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ معاہدہ کبھی بھی بروئے کار نہ آسکے، اس میں جان ڈالنے بلکہ اس کے لیے شادیانہ عروسی کا اہتمام کرنے کے لیے بے چین ہو گئے ہیں۔ اگر سی ٹی بی ٹی ایک مردہ اور بے جان معاہدہ ہے تو پھر اس سے رشتہ عروس کے لیے یہ بے چینی کیوں؟ مردہ لاش کے لیے تو بہترین سلوک اس کی تجہیز و تکفین ہے نہ کہ رشتہ ازدواج؟

آج تک کسی نے کھل کر قوم کے سامنے ان فوائد اور انعامات کا بیان نہیں کیا جو اس معاہدے پر دستخطوں سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ تین باتیں اشارتاً کہی جا رہی ہیں:

(i) معاشی پابندیاں ختم ہو جائیں گی اور سرمایہ کاری کی سہولتیں بڑھ جائیں گی۔

(ii) پاکستان کو بھارت پر اخلاقی برتری حاصل ہو جائے گی اور عالمی برادری سے تعلقات بہتر ہوں گے۔ نیز تنہائی کی سی جو کیفیت پیدا ہو گئی ہے، وہ دور ہو جائے گی۔

(iii) صدر کلنٹن اپنے جنوبی ایشیا کے متوقع دورے میں پاکستان کو شامل کر سکیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان تینوں باتوں میں کوئی وزن نہیں۔ معاشی دباؤ کا آغاز ۱۹۷۶ سے ہوا ہے جب سی ٹی بی ٹی کا کوئی وجود بھی نہیں تھا۔ بین الاقوامی سیاست میں تنہائی اور دوستی حالات اور مفادات پر موقوف ہیں۔ سرد جنگ کے دور میں اور خصوصیت سے افغان جہاد کے دوران ہماری اسٹرٹیجک اہمیت کے پیش نظر مغربی اقوام کا رویہ دوسرا تھا اور حالات کے بدلتے ہی ان کی نظریں بھی بدل گئیں۔ صدر کلنٹن کے دورے کی اہمیت بجا، مگر صدارت کے آخری سال میں ان کی جو کیفیت ہے، اس کے پیش نظر ان سے کوئی بڑی توقع وابستہ کرنا خیالی پلاؤ پکانے کے مترادف ہو گا۔ وہ خود سارا زور لگانے کے باوجود اپنی سینیٹ سے اس معاہدے کی توثیق نہیں کرا سکے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ یہ عدم توثیق محض داخلی سیاست کا شاخسانہ ہے۔ امریکہ کی تاریخ میں اس صدی میں یہ دوسری بار ہے کہ سینیٹ نے ایک بین الاقوامی معاہدے کو صدر کے دستخطوں کے بعد

اس طرح رد کیا ہو۔ پہلی مثال ۱۹۱۹ کے معاہدہ وارسائی کی عدم توثیق تھی اور دوسری یہ ہے۔ سینیٹ میں اس معاہدے کو شرمناک شکست ہوئی ہے' اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ توثیق کے لیے دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہوتی ہے' اسے معمولی اکثریت بھی نہیں مل سکی۔ ۵۱ ووٹ اس کے خلاف تھے اور ۴۹ اس کے حق میں۔ یہ بھی غلط ہے کہ سب ریپبلی کنز نے اس کے خلاف ووٹ دیا۔ چند ریپبلی کن سینیٹرز نے اس کے حق میں بھی ووٹ دیا جس کے معنی یہ ہیں کہ پارٹی کی بنیاد پر ووٹ نہیں دیا گیا۔ ایک سال سے زیادہ عرصے تک سینیٹ کی مختلف کمیٹیوں میں اس پر بحث ہوتی رہی ہے اور ملک میں بھی ہر سطح پر بحث و مباحثہ کا بازار گرم تھا۔ فیصلہ اس کے بعد ہوا ہے۔ پھر یہ بھی سامنے رہنا چاہیے کہ امریکی کانگریس کے دونوں ایوانوں میں ریپبلی کن پارٹی کو اکثریت حاصل ہے جسے وہ پچھلے دس سال سے زیادہ عرصے سے برقرار رکھے ہوئے ہے اور آیندہ کے لیے پیش گوئی بھی یہی ہے کہ اکثریت اسی پارٹی کی ہو گی' بلکہ صدارت کے بارے میں بھی اسی نوعیت کے اندازے ہیں۔ ان حالات میں صدر کلنٹن کے دورے کی برکات اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد خیالی زیادہ اور حقیقی کم ہیں۔

اس اندازِ فکر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ قوم کی توجہ' اور خود پالیسی ساز اداروں کی بحث و گفتگو کا محور' وقتی اور نمایشی چیزیں بن جاتی ہیں اور اصل مسئلہ آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اصل مسئلہ نہ صدر کلنٹن کا دورہ ہے' نہ معاشی پابندیاں اور دباؤ' اور نہ ہی دوستی اور تعلقات میں گرمی سردی--- اصل مسئلہ پاکستان کے اپنے مقاصد' ترجیحات اور اہداف کا ہے' اس کی سلامتی اور مفادات کا ہے' اس کے عزائم اور اس کے عوام کی تمناؤں' آرزوؤں اور شعور منزل کا ہے۔ سارے فیصلے اسی فریم ورک میں ہونے چاہییں۔ اس سے ہٹ کر کوئی اور راستہ خیر اور فلاح کا راستہ نہیں ہو سکتا۔

جوہری دھماکوں پر ہمہ گیر پابندی کا معاہدہ (Comprehensive Test Ban Treaty) کوئی ایسا معاہدہ نہیں ہے جس کا کوئی مالہ وماعلیہ نہ ہو اور ہر پس منظر سے ہٹ کر جس کی کوئی مستقل بالذات حیثیت ہو۔ یہ محض ایک تکنیکی معاملہ بھی نہیں ہے جیسا کہ وزارت خارجہ کے ترجمانوں نے دعویٰ کیا ہے۔ یہ ایک بڑے ہی بنیادی مسئلے سے متعلق ایک دستاویز ہے۔ اصل مسئلہ محض دھماکوں پر پابندی کا نہیں بلکہ اصل مسئلہ جوہری صلاحیت کا ہے۔ یہ معاہدہ تو اس کے صرف ایک جزوی پہلو سے متعلق ہے اور اسے بنیادی جوہری صلاحیت سے غیر متعلق بنا کر پیش کرنا نہ علمی دیانت ہے اور نہ پالیسی سازی کا صحیح اسلوب۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ پہلے سی ٹی بی ٹی کی اصل نوعیت اور عالمی جوہری ڈاکٹرین (global nuclear doctrine) میں اس کا مقام متعین کر لیا جائے اور یہ کام پوری علمی دیانت اور سائنسی تیقن (scientific precision) کے ساتھ کیا جائے تاکہ کوئی ابہام نہ رہ جائے۔ قوموں کی قسمت کے فیصلے سہل انگاری کے

زندگی کی ضمانت

پچھلی انسانی تاریخ میں جتنی قومیں بھی تباہ ہوئی ہیں ان سب کو جس چیز نے گرایا وہ یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی نعمتوں سے سرفراز کیا تو وہ خوش حالی کے نشے میں مست ہو کر زمین میں فساد برپا کرنے لگیں اور ان کا اجتماعی ضمیر اس درجہ بگڑ گیا کہ یا تو ان کے اندر ایسے نیک لوگ باقی رہے ہی نہیں جو ان کو برائیوں سے روکتے' یا اگر کچھ لوگ ایسے نکلے بھی تو وہ اتنے کم تھے اور ان کی آواز اتنی کمزور تھی کہ ان کے روکنے سے فساد نہ رک سکا۔ یہی چیز ہے جس کی بدولت آخرکار یہ قومیں اللہ تعالیٰ کے غضب کی مستحق ہوئیں' ورنہ اللہ کو اپنے بندوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے کہ وہ تو بھلے کام کر رہے ہوں اور اللہ ان کو خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا کر دے----- اس ارشاد سے یہاں تین باتیں ذہن نشین کرنی مقصود ہیں۔

ایک یہ کہ ہر اجتماعی نظام میں ایسے نیک لوگوں کا موجود رہنا ضروری ہے جو خیر کی دعوت دینے والے اور شر سے روکنے والے ہوں۔ اس لیے کہ خیر ہی وہ چیز ہے جو اصل میں اللہ کو مطلوب ہے' اور لوگوں کے شرور کو اگر اللہ برداشت کرتا بھی ہے تو اس خیر کی خاطر کرتا ہے جو ان کے اندر موجود ہو' اور اسی وقت تک کرتا ہے جب تک ان کے اندر خیر کا کچھ امکان باقی رہے۔ مگر جب کوئی انسانی گروہ اہل خیر سے خالی ہو جائے اور اس میں صرف شریر لوگ ہی باقی رہ جائیں' یا اہل خیر موجود ہوں بھی تو کوئی ان کی سن کر نہ دے اور پوری قوم کی قوم اخلاقی فساد کی راہ پر بڑھتی چلی جائے' تو پھر خدا کا عذاب اس کے سر پر اس طرح منڈلانے لگتا ہے جیسے پورے دنوں کی حاملہ کہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کب اس کا وضع حمل ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ جو قوم اپنے درمیان سب کچھ برداشت کرتی ہو مگر صرف انھی چند گنے چنے لوگوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہو جو اسے برائیوں سے روکتے اور بھلائیوں کی دعوت دیتے ہوں' تو سمجھ لو کہ اس کے برے دن قریب آ گئے ہیں' کیونکہ اب وہ خود ہی اپنی جان کی دشمن ہو گئی ہے۔ اسے وہ سب چیزیں تو محبوب ہیں جو اس کی ہلاکت کی موجب ہیں اور صرف وہی ایک چیز گوارا نہیں ہے جو اس کی زندگی کی ضامن ہے۔

تیسرے یہ کہ ایک قوم کے مبتلائے عذاب ہونے یا نہ ہونے کا آخری فیصلہ جس چیز پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں دعوت خیر پر لبیک کہنے والے عناصر کس حد تک موجود ہیں۔ اگر اس کے اندر ایسے افراد اتنی تعداد میں نکل آئیں جو فساد کو مٹانے اور نظام صالح کو قائم کرنے کے لیے کافی ہوں تو اس پر عذاب عام

ممالک کے حق اور ان ہی کی بالادستی کو منظور کر لیا گیا اور امید دلائی گئی کہ ۲۵ سال میں ان مقاصد کو حاصل کر لیا جائے گا۔ لیکن عمل کے میدان میں ان پانچ ملکوں نے اپنے اپنے وسائل اور عزائم کے مطابق جوہری اسلحہ بندی کی اور بموں کے انبار کے انبار لگا لیے جو ایک وقت میں ۷۰ ہزار کی تعداد سے بھی متجاوز ہو گئے۔ لیکن دوسرے ملکوں سے جو وعدہ پرامن جوہری صلاحیت کی فراہمی کا کیا گیا تھا وہ پورا نہیں کیا گیا۔ نیز غیر قانونی طور پر اپنے اپنے منظور نظر ممالک کو جوہری صلاحیت کو ترقی دینے کے مواقع فراہم کیے گئے۔

جب ۱۹۹۵ میں این پی ٹی کی تجدید کا وقت آیا اور بڑی جوہری طاقتوں کے دوغلے پن کے خلاف آواز بلند کی گئی تو ایک نئے جال کے دروبست تیار کیے گئے۔ مئی ۱۹۹۵ میں این پی ٹی کو غیر محدود عرصے کے لیے توسیع دے دی گئی اور مخالفت کو قابو میں رکھنے کے لیے دو اہم فیصلے کیے گئے یعنی ہر دس سال کے بعد ایک جائزہ کانفرنس کا انعقاد اور دوسرے، مستقبل کے لیے نئے نظام کی تشکیل۔ اس دوسرے فیصلے کے تحت بہت سے اقدامات ہیں جو فوری اہداف کے طور پر کیے گئے۔

یہ تین نکاتی پروگرام مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل تھا:

(الف) جوہری دھماکوں پر ہمہ گیر پابندی کا معاہدہ (سی ٹی بی ٹی) جسے ۱۹۹۶ کے آخر تک مکمل ہو جانا تھا۔

(ب) جوہری مواد کی افزودگی پر پابندی اور جوہری ہتھیاروں کے بنائے جانے کی روک تھام کا معاہدہ (ایف ایم سی ٹی)

اور (ج) نیوکلیر ہتھیار رکھنے والی ریاستوں کا ایسے ہتھیاروں کی تعداد کو کم کرنے کا عزم اور دعویٰ۔

یہ تینوں اقدام این پی ٹی کی توسیع اور اس کے تحت قائم ہونے والے عالمی جوہری نظام کا حصہ ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ گو دعویٰ کیا گیا ہے کہ سی ٹی بی ٹی اور موعود ایف ایم سی ٹی ملکوں کے درمیان کسی امتیاز (discrimination) پر مبنی نہیں ہوں گے اور اصولی طور پر تمام ملکوں پر مساوی حیثیت سے لاگو ہوں گے۔ لیکن یہ محض ایک مغالطہ ہے اس لیے کہ یہ دونوں ضمنی معاہدے این پی ٹی کے ہمہ گیر نظام کا حصہ ہیں اور عالمی سطح پر نیوکلیر تفریق (aparthied) کو مستقل بنانے کا ذریعہ ہیں۔

اصل ہدف جوہری ہتھیاروں کا خاتمہ اور دنیا کو ان سے پاک کرنا تھا مگر مغربی اقوام اور خصوصیت سے امریکہ اور روس نے سارا زور اس پر لگا دیا کہ:

اول: جوہری سدجارحیت باقی رہے اور اس پر ایٹمی ہتھیار رکھنے والی اقوام کا اجارہ رہے۔

دوم: دوسرے تمام ممالک کی ایٹمی استعداد اسی مقام پر منجمد ہو جائے جہاں وہ کسی معاہدے کے تحت تھے۔

سوم: آیندہ کے لیے کسی چیلنج کرنے والی قوت کے ابھرنے کے امکان کو ختم کر دیا جائے۔

چہارم: ایٹمی قوت کے پرامن استعمال کا جو راستہ شروع میں کھلا رکھا تھا، اسے بھی محدود رکھا جائے اور

عملاً ایٹمی ممالک کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ این پی ٹی میں پُرامن استعمال کو ہر ملک کا ایک ناقابل تنسیخ حق قرار دیا تھا۔ دفعہ IV میں کہا گیا ہے:

> اس معاہدے کی کسی بات کو معاہدے کے تمام فریقین کے پرامن مقاصد کے لیے جوہری توانائی کی ترقی' تحقیق' پیداوار اور استعمال کے غیر مبدل حق پر اثرانداز ہونے کے مفہوم میں نہیں لیا جائے گا۔

اس میں تعاون کا وعدہ کیا گیا تھا اور اسے جوہری طاقت والے ممالک کی ذمہ داری قرار دیا گیا تھا۔ اب بعد کے معاہدات کے ذریعے اسے عملاً ختم کر دیا گیا ہے۔ گویا جس بات کو غیر امتیازی کہا جا رہا ہے وہ دراصل پرامن استعمال کے لیے تحقیق اور ترقی کے حق سے محرومی ہے:

تغافل سے جو باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی!

سی ٹی بی ٹی کا این پی ٹی اور پورے عالمی نیوکلیر نظام سے تعلق صرف تاریخی پس منظر سے نہیں ہے بلکہ خود سی ٹی بی ٹی میں' خصوصیت سے اس کے دیباچہ (preamble) میں پانچ بار صرف جوہری عدم پھیلاؤ ہی نہیں بلکہ مکمل تخفیف اسلحہ کا ذکر ہے جسے بڑی ہوشیاری سے آرٹیکل 1۔ VIII میں خود سی ٹی بی ٹی کا مقصد اور ہدف قرار دیا گیا ہے۔ بظاہر یہ معاہدہ صرف جوہری دھماکے کے بارے میں ہے لیکن فی الحقیقت اس کا مقصد جوہری ہتھیاروں کی صلاحیت کو ختم کرنا ہے جس کا ہدف یہ ۵ نہیں' باقی ممالک بنیں گے جنھیں این پی ٹی جوہری ہتھیار بردار ملک تسلیم نہیں کرتی۔ اس بات کا ذکر شروع میں نہیں کیا گیا لیکن معاہدے کے جائزہ (review of the treaty) کے باب میں یہ نکتہ رکھ دیا گیا ہے کہ دس سال کے بعد ایک کانفرنس ہو گی:

> اس معاہدے پر عمل اور اس کی اثراندازی کا جائزہ لینے کے لیے' تاکہ یہ یقین حاصل کیا جا سکے کہ اس معاہدے کے دیباچے اور دفعات میں مذکور مقاصد اور اہداف حاصل کیے جا رہے ہیں (آرٹیکل 1 ۔ VIII)

سی ٹی بی ٹی کا مسودہ بڑی ہوشیاری' عیاری اور چابک دستی سے تیار کیا گیا ہے اور اس میں اتنے ابہام رکھ دیے گئے ہیں کہ ایک بار ایک ملک اس میں شریک ہو جائے پھر وہ بڑی طاقتوں کے رحم و کرم پر ہو گا جو ایک خودکار انتظامی مشینری کے ذریعے اپنی من مانی کرا سکیں گی۔ ۵۱ ممالک پر مشتمل ایگزیکٹو کمیٹی دو تہائی کی اکثریت سے ہر فیصلہ کر سکے گی اور کمزور ممالک اس کے آگے اسی طرح دم بخود ہوں گے جس طرح عراق اقوام متحدہ کی نام نہاد تحقیقاتی ٹیم کے سامنے تھا۔ اس معاہدے کی مختلف شقوں کی تعبیر کا حق بھی اسی

کمیٹی کو ہے۔

سی ٹی بی ٹی کا مکمل متن گہرے غورو مطالعہ اور تجزیہ و تحلیل کا تقاضا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سینیٹ نے اس کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس میں جو خطرات مضمر ہیں ان میں سے چند بڑے بڑے یہ ہیں:

۱۔ معاہدے کا عنوان (title) جوہری ٹیسٹ کو اپنی تمام ہمہ گیری کے ساتھ اپنا ہدف قرار دیتا ہے۔ معاہدے کی دفعہ ۱ میں لفظ آزمایشی دھماکے (test explosion) اور دوسرے جوہری دھماکے (other nuclear explosion) استعمال کیا گیا ہے جب کہ test اور explosion کی کوئی واضح تعریف نہیں کی گئی ہے۔ یہ اتفاقی صورت نہیں ایک سوچی سمجھی چال ہے تاکہ آیندہ کیا چیز test ہے اور کیا نہیں ہے' اسے تعبیر کے نام پر ایگزیکٹو کمیٹی کی صواب دید قرار دیا جا سکے۔

۲۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جوہری ہتھیاروں کے آزمایشی دھماکوں پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے ساتھ دوسرے جوہری دھماکوں کی بہت ہی مبہم اصطلاح استعمال کی گئی ہے جسے دیباچہ اور اس میں جوہری تخفیف اسلحہ کے بار بار کے استعمال کی روشنی میں بہت مختلف معنی دیے جا سکتے ہیں۔

۳۔ معاہدے میں سب سے خطرناک چیز پورے جوہری نظام کی معلومات کو اس عالمی نظام کا حصہ بنانا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ملک کو اپنی تمام استعدادی صلاحیتوں سے اس نظام کو باخبر کرنا ہو گا جو ۳۰۰ سے زیادہ تفتیش گاہوں کی شکل میں قائم کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد کوئی بھی چیز قومی راز نہیں رہ سکے گی۔ نام ٹیسٹ اور دھماکوں کی نگرانی کا ہے مگر دراصل یہ ایٹمی تحقیق اور صلاحیت کار کی پوری نگرانی کا ایک ہمہ گیر نظام ہے جس کے چنگل سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔

۴۔ اس معاہدے کا مرکزی تصور صرف تفتیش اور حصول معلومات کا فنی اور تکنیکی نظام نہیں' بلکہ برسرزمین معائنے کا ایک خطرناک نظام ہے جس کی گرفت میں آنے کے بعد کوئی چیز بھی محفوظ نہیں رکھی جا سکے گی۔ کہا جا رہا ہے کہ اس کا تعلق صرف اس جگہ سے ہو گا جہاں ٹیسٹ کا شبہ ہو اور وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ صرف پانچ چھ میل کا معاملہ ہے۔ اصل متن کا اگر بغور مطالعہ کریں تو اس میں علاقے کی وسعت ایک ہزار مربع کلومیٹر اور کسی ایک سمت میں مسلسل ۵۰ کلومیٹر کا تعین موجود ہے (Protocol of the CTBT - Part II A.3)۔

اسی طرح اس معاہدے میں ایک تفتیشی عمل کی مدت ۶۰ دن ہے' جسے ۷۰ دن تک توسیع دی جا سکتی ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر اس میں صرف معائنہ ہی نہیں بلکہ دفعہ ۵۸ - IV اور دفعہ ۴۸ کے مطابق مداخلتی طریقوں (intrusive manners) کا اختیار بھی لیا گیا ہے' گو بڑی ہوشیاری کے ساتھ۔ برسر موقع معائنہ کی وسعت اور کیفیت کا اندازہ ان اختیارات سے لگایا جا سکتا ہے:

The sole purpose of an on-site inspection shall be to clarify wheather a nuclear weapon test explosion or any other nuclear explosion has been carried out in violation of Article I, and to the extent possible to gather any facts which might assist in identifying any possible violation.

برسرموقع معائنے کا واحد مقصد یہ ہو گا کہ واضح ہو سکے آیا جوہری اسلحے کا ایک آزمایشی دھماکا یا کوئی دوسرے جوہری دھماکے دفعہ ا کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کیے گئے ہیں؟ اور جہاں تک ممکن ہو، ان حقائق کو جمع کرنا، جو کسی ممکنہ خلاف ورزی کے تعین میں مددگار ہو سکیں۔

آخری جملے میں جو وسعت ہے اس کے خوف ناک احتمالات کو نظرانداز کرنا بہت بڑی حماقت ہو گی۔ مداخلتی معائنہ (intrusive inspection) کا دروازہ اس طرح کھولا گیا ہے:

برسرموقع معائنہ کم سے کم مداخلتی انداز سے کیا جائے گا جو معائنے کے مینڈیٹ کی بروقت اور مؤثر تکمیل پر مبنی ہو گا۔ جہاں تک ممکن ہو گا معائنہ ٹیم کم سے کم مداخلتی طریقہ کار سے آغاز کرے گی اور پھر اس کے بعد معتدبہ معلومات جمع کرنے کے لیے جہاں تک ضروری سمجھے گی زیادہ مداخلتی طریقے اختیار کرے گی تاکہ اس معاہدے کی ممکنہ پابندی نہ کرنے کے بارے میں تشویش پر اطمینان حاصل کیا جا سکے۔

سوال یہ ہے کہ اس حق کو دے دینے کے بعد آپ اپنی کس تنصیب کو اس عالمی ٹیم کی چیرہ دستی سے محفوظ رکھ سکیں گے؟

۵- کہا جا رہا ہے کہ ہم کچھ شرائط امریکہ سے منوا لیں گے۔ لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ امریکہ سے اگر آپ کچھ شرائط منوا بھی لیں تو ان کی قانونی حیثیت کیا ہے؟ امریکہ تو خود اپنی شرائط تسلیم نہیں کرا سکا اور صدر کلنٹن نے جو ۶ نکاتی تحفظاتی نظام تجویز کیا تھا وہ بھی امریکی سینیٹ کو مطمئن نہیں کر سکا۔ کیمیائی اسلحے کے سلسلے میں امریکی کانگریس نے جو تحفظاتی قانون منظور کیا ہے وہ محض اپنے عالمی طاقت ہونے کے زعم میں کیا ہے ورنہ معاہدے میں اس کی گنجایش نہیں۔ معاہدے میں دفعہ XV میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ:

The Articles and the Annexures to this Treaty shall not be subject to reservation.

اس معاہدے کی دفعات اور ضمیمے کسی تحفظ سے مشروط نہ ہوں گے۔

نیز معاہدے کے پروٹوکول اور ضمیموں کے بارے میں بھی تحفظات ماننے یا نہ ماننے کا اختیار ملک کو نہیں معاہدے کی انتظامیہ کو ہے جو معاہدے کے مقاصد سے تصادم کی بنیاد پر تحفظات کو رد کر سکتی ہے۔

۶- کہا جا رہا ہے کہ اگر بھارت نے دھماکا کیا تو ہم بھی کریں گے۔ لیکن کس قانون کے تحت؟ سی ٹی بی ٹی تو اس کا دروازہ کلی طور پر بند کر دیتی ہے۔ رہا معاہدے سے علیحدگی (withdrawal) کا اختیار، تو وہ

بھی محل نظر ہے۔ ایک تو اس کے لیے ۶ ماہ کا نوٹس ضروری ہے۔ دوسرے' نوٹس دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس عرصے میں آپ اپنے کو دشمن کے حملے کے لیے نرم نوالہ بناتے ہیں کہ آپ کے اعلان سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ آپ دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں اور آپ کا سدجارحیت مؤثر نہیں ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر آپ اپنے کو عالمی دباؤ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ شمالی کوریا نے این پی ٹی سے علیحدہ ہونے کے عندیہ کا اظہار کیا اور امریکہ نے اس کی فوری ناکہ بندی کر کے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ عراق بھی معاہدے سے نکلنا چاہتا تھا مگر کس نے نکلنے دیا۔ جب آپ معاہدے میں شریک نہیں ہیں اور دباؤ آپ کے لیے ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے تو ایک بار اس میں داخل ہونے کے بعد نکلنے کا کیا سوال؟ سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ:

جس کو ہو دین و دل عزیز' اس کی گلی میں جائے کیوں

ہم نے سی ٹی بی ٹی کے کچھ پہلوؤں پر جو گفتگو کی ہے اس سے اس دعوے کا پول کھل جاتا ہے کہ یہ تو محض دھماکوں کے بارے میں ہے اور کوئی ایسی مضرت رساں چیز نہیں۔ لیکن اصل مسئلہ اس سے بھی زیادہ بنیادی ہے اور وہ یہ کہ اگر ہمارے ملک کے لیے ایٹمی سدجارحیت ضروری ہے اور چیف ایگزیکٹو اور وزیر خارجہ دونوں بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ جوہری دفاعی صلاحیت ناگزیر ہے تو پھر غور کرنے کا سوال یہ ہے کہ کیا جوہری سدجارحیت ایک جامد (static) تصور ہے یا یہ ایک تغیرپذیر حقیقت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ علاقے کے بدلتے ہوئے حالات اور خطرات کی روشنی میں اس سدجارحیت کو مسلسل ترقی دی جاتی رہے یعنی اسے up-grade اور upto date کیا جائے۔ اور کیا ٹیسٹ کے بغیر جدید ترین سطح تک لانے کے لیے ضروری اقدام ممکن ہے؟

ہم اسلحے کی کسی دوڑ کے قائل نہیں' نہ روایتی اور نہ جوہری۔ نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہم اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ البتہ دفاعی قوت کا حصول جو دشمن کو قرار واقعی سبق سکھا سکے اور جو اسے جارحیت سے روک سکے' ہماری ناقابل تخفیف ضرورت ہے۔ اس کو کم سے کم مؤثر سدجارحیت کہا جاتا ہے۔ اور یہ ایک اضافی تصور ہے جسے موجود اور مستقبل کے خطرات کی روشنی میں متعین کیا جاتا ہے۔ اب ہماری صورت حال یہ ہے کہ روایتی جنگی سروسامان کے باب میں بھارت ہم سے کئی گنا زیادہ قوت رکھتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس کی بری فوجی قوت ہم سے چار گنا زیادہ ہے' ہوائی قوت سات گنا زیادہ اور بحری جنگ کی قوت کم از کم گیارہ گنا اور ایک اندازے کے مطابق سترہ گنا زیادہ ہے۔ اُن حالات میں ہماری دفاعی قوت کا بڑا انحصار جوہری سدجارحیت پر ہو گا اور ہے۔ خیال رہے بھارت کا جوہری ڈھانچا (establishment) ہم سے پرانا ہے اور بڑا بھی اور صلاحیت کار میں بھی غالباً ایک اور چار کی نسبت ہے۔

اس کے باوجود جو استعداد ہمیں اس وقت حاصل ہے وہ وقتی طور پر مؤثر سدجارحیت فراہم کرتی ہے۔ بھارت نے اب جو نیوکلیر ڈاکٹرین پیش کیا ہے اور جو اس کے عسکری نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور جس پر اگلے دس سالوں میں پندرہ بلین ڈالر سے زیادہ خرچ ہوں گے اس نے علاقے کے توازن کو تبدیل کر دیا ہے۔ ہمارے لیے ناگزیر ہو گیا ہے کہ اپنی استعداد کو بڑھانے کی فکر کریں۔ برابری نہ مطلوب ہے اور نہ ضروری، لیکن صحیح تناسب ضروری ہے اور وہ مزید تجربات اور نئی ٹکنالوجی سے فائدہ اٹھائے بغیر ممکن نہیں۔

جوہری سائنس دانوں اور فوجی ماہرین سے تبادلہ خیال، متعلقہ لٹریچر کے مطالعے اور امریکی سینیٹ میں سی ٹی بی ٹی کی بحثوں پر ماہرین کی آرا کے تجزیے سے ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ جوہری تجربات کا دروازہ بند کرنا قومی خودکشی کے مترادف ہو گا۔ الحمدللہ ہمارے پاس وہ صلاحیت اور وسائل موجود ہیں جن سے ہم اپنی جوہری صلاحیت کو مقابلے کے لیے تیار رکھ سکتے ہیں۔ اس کے لیے صرف تحقیق ہی نہیں، تجربے کا عمل جاری رکھنا بھی ضروری ہے۔ جو قوت ہمیں حاصل ہے وہ فوری خطرات کے لیے کافی ہے لیکن اس میں اضافہ اور خصوصیت سے اس کی جدید کاری (modernization) کی مسلسل ضرورت ہے جس سے اغماض برتنا بے حد خطرناک ہو سکتا ہے۔ ٹیسٹ کی ضرورت دسیوں وجوہ سے ہو سکتی ہے۔ ہمارے سائنس دانوں نے چودہ امکانی ضروریات کی نشاندہی کی ہے (ملاحظہ ہو ڈاکٹر سلطان بشیرالدین محمود اور محمد نسیم کا مضمون جو برطانیہ کے رسالے امپیکٹ انٹرنیشنل (جولائی ۱۹۹۹) میں شائع ہوا اور جسے دی نیشن اور نوائے وقت نے حال ہی میں دوبارہ شائع کیا ہے)۔

لیکن ہماری نگاہ میں جوہری قوت کے پرامن استعمال کے لیے کیے جانے والے تجربات کے علاوہ خالص دفاعی نقطۂ نظر سے کم از کم چار ایسی ضرورتیں ہیں جن کی وجہ سے ہم کسی قیمت پر بھی اپنے اس حق سے دستبردار نہیں ہو سکتے:

۱۔ اسلحہ کاری (Weaponization) جس کے بغیر سدجارحیت محض ایک خیالی چیز رہتی ہے۔

۲۔ تصغیر (Miniaturization) جس کے ذریعے زیادہ درستگی (precesion) حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ پورے پراجیکٹ کو کم خرچ بنانے کے لیے ضروری ہے۔ ان سب سے بڑھ کر اس کے ذریعے جوہری اسلحہ کو ہدف کے لیے زیادہ سے زیادہ مؤثر بنایا جا سکتا ہے اور تاب کاری کے اثرات کو محدود کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ حر مرکزائی (Thermo Nuclear) میدان میں پیش رفت جو مقابلے کی قوت کے لیے ضروری ہے۔

۴۔ جوہری اسلحے اور ہدف پر مار کرنے کے نظام (delivery system) میں ہم آہنگی پیدا کرنا۔

ان کے علاوہ ایک اہم مسئلہ ٹکنالوجی کی نئی ترقی اور اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے جس میں نتائج کو حتمی بنانے کے لیے عملی تجربات ناگزیر ہیں۔

بھارت کے نیوکلیر ڈاکٹرین کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میزائل شکن ٹکنالوجی اور نیوکلیر ہتھیاروں کو غیر مؤثر کرنے کے انتظامات پر کام کر رہا ہے۔ اس سے سدجارحیت کے نئے اور اہم تقاضے سامنے آتے ہیں۔ یہ بھی نئی تحقیق اور تجربات کا متقاضی ہے۔ ایک حملے کو سہ جانے کی صلاحیت اور اس کے بعد دوسرا حملہ کرنے کی قوت کی موجودگی بھی نیوکلیر سدجارحیت کا اہم حصہ ہے۔ یہ وہ تمام پہلو ہیں جن کا خاطر خواہ احاطہ عالمی ایٹمی جال سے بچے بغیر ممکن نہیں۔ نہ ہم نے این پی ٹی پر دستخط کیے ہیں اور نہ ہی سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے چاہییں۔ ایف ایم سی ٹی پر بات چیت شوق سے کریں مگر اپنے ترقیاتی عمل کو جاری رکھیں اور کوئی موقع مغربی اقوام کو فراہم نہ کریں کہ وہ ہمارے نظام کو اپنی گرفت میں لینے میں کامیاب ہو سکیں۔

ہمارے ہاں جو دانش ور ایٹمی صلاحیت کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے ان کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دو۔ لیکن وہ حضرات جو سدجارحیت کے قائل ہیں اور وہ فوجی قیادت جو جانتی ہے کہ سدجارحیت کی موثر صلاحیت کے بغیر دشمن کو جارحیت سے روکنا ممکن نہیں، ان عناصر کی طرف سے سی ٹی بی ٹی کی تائید یا اس سلسلے میں کسی کمزوری اور خاموشی کا رویہ ناقابل فہم اور ناقابل توجیہہ ہے۔

وطن عزیز کے جو عناصر جوہری صلاحیت کی حفاظت اور ترقی کو ملک کی سلامتی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں ہم پوری دردمندی کے ساتھ ان سب سے اپیل کرتے ہیں کہ سی ٹی بی ٹی کے کھیل کو سمجھیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو اپنی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہو۔

پاکستان واحد مسلمان ملک ہے جس نے ایٹمی صلاحیت حاصل کر لی ہے۔ صرف پاکستان ہی کا نہیں پوری امت مسلمہ کا ہم پر حق ہے اور ہمارا مستقبل اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ افسوس ہے کہ مسلم ممالک نے اس پورے عرصے میں بالغ نظری کا ذرا بھی ثبوت نہ دیا اور جو خطرات خود اس کے وجود کو اسرائیل، بھارت اور امریکہ سے ہیں ان کو یکسر نظرانداز کر کے این پی ٹی اور سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیے۔ حالانکہ امت مسلمہ کی حیثیت سے ہمارا موقف یہ ہونا چاہیے کہ یا تمام ایٹمی ہتھیاروں کو ختم کرو اور دنیا کو مکمل طور پر ایٹمی ہتھیاروں کی تباہ کاری سے محفوظ رکھو ورنہ جو حق اپنے لیے حاصل کر چکے ہو، اسے ہمارے لیے بھی تسلیم کرو۔ آج کی دنیا میں توازن قوت ایٹمی سدجارحیت پر مبنی ہے اور اگر عالم اسلام اس قوت سے محروم رہتا ہے تو وہ دوسروں کے رحم و کرم پر رہے گا۔ پاکستان نے اللہ کے فضل سے اس اجارہ داری کی

زنجیر کو توڑا ہے۔ اب ہم سب کا فرض ہے کہ اس قوت کی حفاظت کریں اور عالمی توازن قوت میں اپنا مقام پیدا کریں۔ اگر پاکستان بیرونی دباؤ یا معاشی مشکلات سے مجبور ہو کر اپنے قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے تو یہ پاکستان ہی نہیں پورے عالم اسلام کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہو گا۔ مسلمانوں کو سر جوڑ کر امت کے مفاد میں ان مسائل پر غور کرنا چاہیے اور اس کے لیے مناسب حکمت عملی تیار کرنی چاہیے۔

پاکستان ان خطرات کو ایک لمحے کے لیے بھی نظرانداز نہیں کر سکتا جو اسے بھارت کی طرف سے درپیش ہیں اور خصوصیت سے بھارت کشمیر میں جو مظالم ڈھا رہا ہے اور اس پر اپنے ناجائز قبضے کو محض قوت کے بل بوتے پر دوام بخشنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے اسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کے ایٹمی ڈاکٹرین کو عالمی سطح پر غیرامتیازی رویے (non - discrimination) اور علاقائی سطح پر بھارت سے درپیش خطرات سے غیر مربوط (de-link) نہیں کیا جا سکتا۔ کشمیر کے مسئلے کے منصفانہ حل سے بھی اس کا گہرا ربط ہے۔ عالم اسلام کے اتحاد اور اس کے عالمی کردار سے بھی اسے منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بھارت نے اس سلسلے میں جو قلابازیاں کھائی ہیں اور جس طرح سودے بازی کر رہا ہے ہم اسے بھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔ فوج اور عوام میں جو رشتہ اعتماد اور تعاون ہے وہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہماری قومی سلامتی کی حکمت عملی کو ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہیے۔ معاشی حالات کی خرابی کو' قومی مفاد کو پس پشت ڈالنے کے لیے' وجہ جواز نہیں بنایا جا سکتا۔ قوم کو بیدار کرنا اور معاشی چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے سب کو سرگرم عمل کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ لیکن معاشی مشکلات کے نام پر دنیا میں امریکہ کی اور علاقے میں بھارت کی بالادستی کے نظام کو قبول کر لینا اس غیور اور صاحب ایمان قوم کے لیے ہرگز ممکن نہیں جس نے انگریز اور ہندو قیادت دونوں کے خلاف ایک تاریخی جدوجہد میں بیش بہا قربانیاں دے کر آزادی حاصل کی۔ آج وہی آزادی معرض خطر میں ہے۔ ہماری موجودہ قیادت اگر قوم کے حقیقی جذبات نہیں سمجھ رہی تو بڑی خطرناک غلطی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ماضی کی نام نہاد جمہوری اور درحقیقت مفاد پرست قیادتیں بھی قوم کے حقیقی مفاد پر سمجھوتہ کرنے کو تیار تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا اور انھیں دوسروں کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ ہمارا مشورہ ہے کہ موجودہ قیادت ہوش کے ناخن لے' ماضی کی غلطیوں سے اجتناب کرے' قوم کے حقیقی جذبات اور احساسات کا پاس کرے' اس کے دل کو اپنے ہاتھ میں لے اور خدا پر بھروسہ اور عوام کی قوت کے اعتماد پر بیرونی خطرات اور سازشوں کا مقابلہ کرے۔ سی ٹی بی ٹی ایک جال ہے جس میں داخل ہونا قومی سلامتی کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہو گا۔ ملت اسلامیہ پاکستان کسی ایسے اقدام کو ہرگز گوارا نہ کرے گی۔ جو قدم اس راہ میں بڑھے گا اسے روک لے گی۔ یہ محض ایک تکنیکی معاملہ نہیں' یہ ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے' جس سے کھیلنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ترجمان القرآن کی اشاعت میں اضافے کے لیے ہم نے اکتوبر تا دسمبر۱۹۹۹ سہ ماہی مہم آپ کے تعاون سے چلائی۔ اس دوران ہر ماہ ہر قاری کو موقع دیا گیا کہ وہ ہمیں چار پتے ارسال کرے جن پر ہم رسالے کا تعارف ارسال کریں۔ اس طرح کی مہمات میں اگر سب لوگ حصہ لیں' تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے! جن افراد نے دل چسپی لی' تعاون کیا' ان کی کوششوں سے پرنٹ آرڈر میں ۵ ہزار کا اضافہ ہوا۔ ہم اس پر اللہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ ہم اسی کی رضا کے لیے کام کر رہے ہیں۔ جنھوں نے تعاون کیا' کسی دنیاوی لالچ میں نہیں کیا' اخروی منافع کے لیے کیا۔ اللہ ان کی نیت' کوشش اور صدقہ جاریہ کو قبول فرمائے۔

ہم نے بطور خاص بیرون ملک قارئین کو توجہ دلائی تھی کہ وہ پاکستان میں اپنے اعزہ و احباب خصوصاً طلبہ و طالبات کے نام بطور ہدیہ جاری کروائیں۔ ہمارے اندازے کے مطابق اس طرح اشاعت میں ۱۰ ہزار اضافہ ہو سکتا ہے۔ سب ہی نے کچھ نہ کچھ تعاون کیا لیکن کویت کے قارئین نے ایک مقررہ ہدف طے کر کے اسے حاصل کیا۔ ہم نے چاہا تھا کہ سب حلقے اپنا اپنا ہدف طے کر کے ہمیں مطلع کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔

مہم کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے' لیکن جو تحرک (momentum) پیدا ہوا ہے' اسے جاری رکھنا چاہیے۔ ہماری کوشش اور محنت ہوتی ہے کہ رسالہ مفید اور موثر ہو۔ اس سلسلے میں اپنی آرا اور مشورے بھی دیں' ساتھ ہی اپنے اپنے حلقہ اثر و تعارف میں' اس کا تعارف کروانے کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اس موقع پر ہم سابق مدیر' محترم خرم مراد" کا یہ قول دہرانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ اگر سب متعلقہ افراد اپنے حصے کا کام کریں تو ایک لاکھ اشاعت کا ہدف ایک بالکل ممکن الحصول ہدف ہے۔ پھر ہم میں سے کچھ لوگ اپنے حصے کا کام کرنے سے پہلوتہی کیوں کرتے ہیں؟

ہم ہر قاری سے امید رکھتے ہیں کہ اگر وہ ترجمان القرآن کے پیغام کو اپنی اور دوسروں کی دنیا و آخرت کے لیے نافع سمجھتا ہے تو اپنی ذاتی کوشش سے اشاعت میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور کرے گا۔